سورۂ صف

سورۂ صف مدنیہ ہے اس میں چودہ آیتیں ہیں

یہ سورت کہاں نازل ہوئی یہ جمہور کا قول ہے۔ حضرت ابن زبیرؓ ابن عباسؓ حسن بصریؒ، قتادہ، عکرمہ اور مجاہد سے یہی مروی ہے۔ ابن یسارؒ فرماتے ہیں کہ مکیہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد سے بھی مروی ہے۔ مگر قول مختار وہی ہے جو قول جمہور ہے۔ قرائن و دلائل سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

سورۂ حواریین اور سورۂ عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کا نام ہے۔

ماقبل سے مناسبت و ربط سورۂ ممتحنہ میں دشمنان اسلام سے موالات اور دوستی کی ممانعت فرمائی گئی تھی اور سورۂ صف میں اعداء اللہ سے جہاد کرنے کی ترغیب، اور اس کی فضیلت، نیز جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قوم سے لڑتے رہنے کی ضرورت ہے اس سے دوستی نہیں کی جا سکتی۔ رہی دنیوی معاملات میں شرکت یہ شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ اعتبارات جدا ہیں۔ دینی اعتبار سے نفرت و

عداوت ہے اور دنیوی لحاظ سے معاملت و معاشرت۔

۲۔ دوسری وجہ مناسبت یہ ہے کہ سورت سابقہ میں "بیعت" کا بیان ہوا تھا یہاں اسی مضمون کو "تجارت" کے عنوان سے یاد دلایا گیا ہے اور یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ یہ تجارت "جہاد فی سبیل اللہ" ہے مال کے ذریعہ سے بھی اور جان سے بھی اور اس کا نفع دنیا میں فتح و کامرانی اور عقبیٰ میں جنت و شادمانی دائمی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

۶۱ (مدنیہ آیت ۱۴)

61-1 سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
61-2 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا
61-3 عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ
61-4 يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

پاکی بولتا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔ اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

شانِ نزول حضرت ابن عباس، عبداللہ بن سلام، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

روایات ہیں کہ انصاریوں کی ایک جماعت کا آپس میں مذاکرہ ہورہا تھا کہ اللہ سبحانہ کو کونسا عمل محبوب ہے اگر وہ معلوم ہوجاتا تو ہم اس پر عامل ہوتے۔ اس موقع پر یہ سورت یا مسطورۂ بالا آیات کریمہ نازل ہوئیں جن کو حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو سنایا جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں یا زمین میں اللہ سبحانہ کے بتائے ہوئے کام پر لگی ہوئی' زبان حال وقال سے اس کی تسبیح خوانی کررہی ہے اور اس کی پاکی کا بیان کرتی جارہی ہے۔ اس میں انسان کے لئے سبق ہے خصوصاً ان افراد کے لئے جو زبان سے کہتے تو بہت کچھ ہیں مگر اس کے مطابق کرتے نہیں اور خدائے قدوس اس کو پسند نہیں فرماتے ہیں کہ انسان وہ بات کہے جس کو وہ کرتا نہیں ہے۔ جب یہ حال ہے تو وہ ایسا کہتا کیوں ہے؟ اللہ سبحانہ کو کیا محبوب ہے اس کو دریافت کرتے ہی ہو تو لو ہم بتائے دیتے ہیں۔ سنو! اللہ کو وہ لوگ محبوب ہیں جو اس کی راہ میں جنگ کرنے کے لئے دشمن کے آگے اس طرح صف بستہ رہتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے۔" جس طرف سے دیکھو اس میں کہیں کوئی رخنہ نظر نہیں آتا۔ اب دشمن دارالاسلام میں گھسنا چاہے تو وہ آئے کس سمت سے؟ دیوار میں ذرا سا روزن نہیں تو دروازہ یا

راستہ کا کیا ذکر؟ پھر دیوار اتنی مستحکم کہ سیسہ پلائی ہوئی ہے اس کو توڑنا کسی بس کی بات نہیں۔ دیکھو اللہ کو یہ محبوب ہے۔ مگر اپنے احوال پر غور کرو کہ جو بات زبان سے نکال رہے ہو کہیں یہ صرف زبانی دعوی اور لاف زنی تو نہیں کہ اللہ سبحانہ کی محبوب بات ہم کو معلوم ہو جائے تو مدت العمر ہم اس پر قائم رہیں گے خالی وقت میں ایسا کہہ کر اگر بروقت اس پر عمل پیرا نہ ہوں گے تو اللہ سبحانہ کو یہ سخت ناگوار گزریگا اور بجائے محبت و الفت کے ناراضی اور بیزاری ہوگی جو تمھارے لئے مفید نہیں۔

غزوۂ احد میں مسلمانوں کا انتشار

دور کیوں جاتے ہو۔ غزوۂ احد کل کی بات ہے کہ ایک درہ کے دہانہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سواروں کا ایک دستہ متعین کر کے عبداللہ بن جبیرؓ کو ان کا سردار مقرر فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جنگ کا نقشہ چاہے کچھ ہو جائے لیکن تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ مگر جب پہلے حملہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور وہ غنیمت لوٹنے لگے تو اس محافظ دستہ سے رہا نہ گیا۔ ہر چند عبداللہ بن جبیرؓ نے سمجھایا مگر بات ان کے سمجھ میں نہ آئی یہ بھی مورچہ چھوڑ کر لگے غنیمت لوٹنے نتیجہ جو ہوا وہ ظاہر ہے کہ دشمن نے اسی درہ سے آکر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ابن جبیرؓ اور چند افراد جو

ان کے ساتھ درہ کے دہانہ پر جمے ہوئے تھے وہ شہید ہو گئے۔ پھر مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو گیا جملہ (۷۰) افراد کام آگئے۔ جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ کامیابی شکست سے مبدل ہونے لگی۔

ابن رواحہؓ کی ثابت قدمی بہر حال زبانی دعوی اور ہے۔ وقت پر کر دکھانا اور۔ اللہ سبحانہ کو ایسے دعووں سے خوشی نہیں ہوتی اور نہ اللہ سبحانہ کے ہاں ان کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جماعت انصار میں اس وقت موجود تھے بول اٹھے:۔ لا ابرح حبیسا فی سبیل اللہ حتی اموت۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن عساکر، عن مجاہد) میں اپنے آپ کو اللہ سبحانہ کی راہ میں روکے رہوں گا تا آنکہ میرا وقت آخر آن پہنچے"۔ چنانچہ جب غزوہ موتہ میں حضور انورؐ نے ان کو روانہ فرمایا، علمِ اسلامؐ امر نبوی سے ان کے ہاتھ میں تھا جماعت انصار کو آپ نے وہ دن یاد دلایا اور فرمایا:۔ یا اهل المجلس الذین وعدتم ربکم قولکم۔ لو نعلم الذی هو احب الیك فعلنا ثم تقدم فقاتل حتی قتل۔ (ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر) اے اہل مجلس! تم نے اپنے پروردگار سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ سبحانہ کی محبوب بات

ہم کو معلوم ہو جاتی تو ہم اس کو کر گزرتے ۔ (دیکھو اس کے ایفاء کا وقت آچکا ہے)
یہ کہہ کر آگے بڑھے ۔ جنگ کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے ۔" ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

غزوۂ موتہ نظر مبارک میں حضور اکرم روحی فداہ اس وقت مدینہ پاک میں تھے
میدان جنگ کا نقشہ نظر مبارک کے سامنے تھا ۔ فرمایا کہ علم جنگ اب ابن رواحہ کے
ہاتھ میں آیا ۔ پھر فرمایا ۔ اب وہ پوری قوت سے لڑ رہے ہیں ۔ بعد کو خبر
دی کہ ابن رواحہ شہید ہو گئے ۔ اب علم جنگ سیف اللہ کے ہاتھ میں آیا ،
اللہ نے ان کو فتح دی ۔

صف نماز کی استواری کی تاکید بحالت موجودہ جبکہ صف قتال کی نوبت
نہیں ہے جو دشمنان ظاہری کے مقابلہ میں قائم کیجاتی ہے تو صف صلاۃ موجود ہے جو
روزانہ پانچ دفعہ اعدائے باطنی (نفس و شیطان) کے مقابلہ میں قائم ہوتی ہے کم از کم
اس کی پابندی ضروری ہے کہ نماز باجماعت سنت موکدہ ، قریب واجب کے ہے ۔ جس کی
شریعت مطہرہ میں سخت تاکید آئی ہے ۔ سید عالم اور صحابہ کرام رضی مدۃ العمر اسکے
پابند رہے ۔ اور سلف صالحین سے لے کر الی یومنا ہذا اس کا تسلسل
قائم ہے اور تا قیام قیامت ان شاء اللہ قائم رہے گا ۔

حدیث شریف میں ہے :۔ المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله۔
مجاہد وہی ہے جو اللہ سبحانہ کی طاعت میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا رہے"
اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے :۔ اعدیٰ عدوك نفسك التی
بین جنبیك۔ سب سے سخت تر دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے داہنے
بائیں پہلوؤں میں ہے" اس کو زیر کرنے پر جس کو دسترس حاصل ہوجائے جو
اندرونی دشمن ہے تو ظاہری دشمن کا مقابلہ اتنا دشوار گذار نہ ہوگا۔

صف سیدھی رکھنے کا طریقہ صف نماز کی بابتہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں :۔ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلاة
یمسح مناکبنا وصدورنا ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم
ان الله وملائکته یصلون علی الصفوف الاول وصلوا المناکب
بالمناکب والاقدام بالاقدام فان الله یحب فی الصلاة
ما یحب فی القتال صفا کانهم بنیان مرصوص (رواہ ابن مردویہ)
جب اقامت نماز کہی جاتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے شانوں اور
سینوں پر دست مبارک پھیر کر سیدھ درست فرما دیتے اور ارشاد ہوتا کہ آگے
پیچھے نہ کھڑے رہو (ایک سیدھ میں قطار قائم کرو) ورنہ تمہارے دلوں میں

اختلاف پیدا ہوگا۔ اگلی صفوں پر یقیناً اللہ سبحانہ کی رحمت نازل ہوتی اور فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ لہذا شانہ سے شانہ اور قدم سے قدم ملائے رکھو (اس سے صف سیدھی ہو جاتی ہے) نیز اللہ سبحانہ کو جیسی صف قتال پسند ہے صف نماز بھی پسند ہے جو ایسی متصل اور سیدھی ہونی چاہئے جیسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے "

سیدھی صف اللہ سبحانہ کو محبوب ہے | حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں: ــــ

الم تروا الی صاحب البناء کیف لایحبّ ان یختلف بنیانه فکذ لك الله لایحبّ ان یختلف امره وانّ الله صفّ المسلمین فی قتالهم وصفّهم فی صلاتهم فعلیکم بامر الله فانّه عصمة لمن اخذ به۔ (عبد بن حمید ابن المنذر) کیا تم مکان تعمیر کرنے والے کو نہیں دیکھتے کہ اپنی دیوار ٹیڑھی ہونے یا اس میں رخنہ رہ جانے کو پسند نہیں کرتا اسی طرح اللہ سبحانہ کو بھی یہ پسند نہیں کہ اس کے حکم کی تعمیل میں پس و پیش کیا جائے۔ اللہ سبحانہ نے صف قتال اور صف صلاۃ دونوں کے متصل اور سیدھی رکھنے کا اہتمام فرمایا ہے لہذا تم پر حکم الٰہی کی تعمیل لازم ہے اسی سے ہر اس شخص کا بچاؤ ہے جو اس کی حکم برداری کرتا ہے "

نماز تہجد سے جہاد کی توفیق ہوتی ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ ثلاثۃ یضحك اللہ الیھم القوم اذا اصطفوا للصلاۃ والقوم اذا اصطفوا لقتال المشرکین ورجل یقوم الی الصلاۃ فی جوف اللیل۔ (امام احمدؒ ابن ماجہ، بیہقی) تین طرح کے لوگ ہیں جن سے اللہ سبحانہ کو خوشی ہوتی ہے۔ ایک وہ قوم جو نماز کے لئے صف بستہ کھڑی ہو دوسری وہ قوم جو مشرکین سے جنگ کرنے کے لئے صف آرا ہوئی ہو تیسرا وہ شخص جو آدھی رات کو نماز کے لئے اٹھا ہو۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ تہجد گزار اگرچہ یکہ و تنہا نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے لیکن اس کی حیثیت سوئے ہوئے لوگوں کے امام کی ہے۔ ایسا ایک ایک سوتے رہنے والے سینکڑوں ہزاروں میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ بہرحال مسلمان اگر صف صلاۃ اور قیام لیل کے پابند ہو جائیں تو ان پر صف قتال گراں نہ گزرے گی وباللہ التوفیق۔

61-5 وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو

اے قوم میری! کیوں ستاتے ہو مجھ کو اور تم کو معلوم ہے کہ میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں،
تمھارے پاس، پھر جب وہ پھر گئے تو پھیر دئے اللہ نے ان کے دل، اور اللہ
راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔"

عدم اطاعت کے باعث بنی اسرائیل کی محرومی

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے جب کہ عمالقہ کے مقابلہ میں بیت المقدس پر دھاوا کرنے کا آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا تو اس قوم نے کمزوری دکھائی اور برملا کہہ دیا:۔ اذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون آپ اور آپ کے صاحب یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ یا آپ کے بھائی ہارون دونوں مل کر عمالقہ سے جنگ کریں ہم یہیں بیٹھے منتظر رہیں گے۔ جب عمالقہ شہر بدر ہو جائیں تب ہم وہاں آئیں گے۔ ایسی جبار قوم کے مقابلہ کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔ اس پر تنگ ہو کر حضرت موسیٰ نے عرض کیا:۔ رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین۔ پروردگار اپنے نفس اور اپنے بھائی کے سوا میرا بس کسی پر نہیں چل رہا ہے لہذا ہمارے اور اس فاسق قوم کے مقابلہ میں اپنا فیصلہ صادر فرما دیجئے" جس پر یہ عتاب ہوا تھا:۔ فانھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ یتیھون فی الارض فلا تأس

علی القوم الفاسقین۔ وہ ارض مقدس اب سے چالیس سال تک ان پر حرام ٹھہرادی گئی اس عرصہ میں وہ اس سے محروم رہ کر زمین میں ادھر ادھر بھٹکتے رہیںگے لہٰذا آپ اس فاسق قوم کی غمخواری نہ کیجئے"۔

عدم اطاعت سے استعداد کم ہو جاتی ہے اس سے پیشتر بنی اسرائیل نے کبھی تو گوسالہ پرستی کی اور اس کو الٰہ موسیٰ کہہ دیا۔ کبھی ارنا اللہ جھرۃً کہا کہ اللہ کو علانیہ طور پر ہمیں دکھائیے"۔ اس قسم کی حرکات سے حضرت موسیٰ کو اذیت پہنچانی شروع کی تو آپ نے فرمایا کہ تم میری قوم ہو کر اور میری نبوت و رسالت سے واقف ہوتے ہوئے کہ اللہ نے میری خاطر تم کو فرعون کے فتنہ سے نکسیر پھوٹے بغیر چشم زدن میں نجات دلائی اور فرعون کو اس کے خدم و حشم کے ساتھ غرق کر دیا۔ پھر تم مجھے کیوں ستاتے ہو؟ جب اس نصیحت پر بھی بنی اسرائیل نے توجہ نہ دی اور کجروی اختیار کی تو اللہ سبحانہٗ نے قبول حق کی استعداد ان کے قلوب سے نکال دی اور وہ گمراہی میں پڑے رہے۔ یہ واقعہ یاد دلا کر امت مرحومہ کو آگاہ فرمایا جارہا ہے کہ اگر تمھارا سلوک بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہی رہیگا تو سنت اللہ کے مطابق جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی تمھارے ساتھ بھی یہی عمل ہوگا۔ اور فتح و کامرانی تمھارے قدم چومتی رہنے کی جگہ تم کو محرومی نصیب ہوگی۔

علماء و صلحاء بھی اس میں داخل ہیں علماء ربانیین جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا
فریضہ انجام دیتے اور مسلمانوں کو احکام شرع شریف سے واقف کراتے ہیں۔ نیز
صلحاء کاملین جو قوم کے اخلاق درست کرتے اور ان کی تربیت فرماتے ہیں ان کا بھی
یہی حکم ہے۔ یعنی ان بزرگوں کو اذیت پہنچانا بھی اللہ جل شانہ کے نزدیک بڑا
جرم ہے۔ جب یہ حضرات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا اخلاق کی اصلاح اور
قوم کی تربیت اصول اسلامی کے مطابق فرما رہے ہیں تو گویا انبیاء و رسل علی نبینا
وعلیہم الصلاۃ والسلام کے جانشین ہوئے اور ان کا فرض انجام دے رہے ہیں تو
ان کی اذیت انبیاء علیہم السلام کی اذیت ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کی اذیت
حق سبحانہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے لہذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے ورنہ
ان کا وہی حشر ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہوا۔ اگر علماء وصلحاء نہ ہوں تو لوگ قرب ربانی
حاصل کرنا تو کجا بلکہ وہ بہائم صفت بن جائیں گے۔ اور درندگی و شیطنت سے
قریب ہوں گے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

امام رازیؒ کا ارشاد امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ سے
رسول کی اذیت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جس کا انجام ہدایت کے بدلے دلوں میں
زیغ (کھوٹ) پیدا ہوتا اور بڑھتے بڑھتے کفر و ضلال پر منتہی ہوتا ہے۔"

خواہ یہ اذیت رسول کو راست پہنچائی جائے یا علماء وصلحاء کو اذیت پہنچا کر رسول کریم کی اذیت کا سبب اور واسطہ بنیں۔ دونوں صورتیں اس میں شامل ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الالباب۔

ضرورت بیعت سابقہ آیات کریمہ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ یہاں اس امر کی تلقین بھی مقصود ہے کہ جو لوگ بیعت کئے ہوئے ہیں اون پر شروط بیعت کی تکمیل واجب ہے۔ اس کا خلاف کرنا بیعت گیرندہ کی اذیت کا موجب ہے اور بیعت کنندہ کی محرومی کا باعث۔ اور اگر کوئی بیعت اسلام ہی نہ کرے تو اس کا اسلام بے سند رہتا ہے کم ازکم ارباب حل وعقد کے لئے بیعت ضروری ہے علمائے کرام اور صلحائے انام کے اسناد اور سلسلے اہمیت رکھتے ہیں کہ سلف صالحین سے ان کا رشتہ جڑا ہوتا ہے اور ان کا فیضان وہ بعد والوں کو پہنچاتے رہتے ہیں۔

61-6 وَاِذْ قَالَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ
اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ
یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا
61-7 ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ
وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل! میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے
پاس تصدیق کرنے والا اس کی جو مجھ سے آگے ہے توریت‘ اور خوش خبری سنانے والا
ایک رسول کی جو آئیں گے میرے بعد ان کا نام احمد ہے‘ پھر جب وہ آئے ان کے پاس
کھلی نشانیاں لے کر کہنے لگے یہ جادو ہے صریح‘ اور اس سے زیادہ بے انصاف
کون ہے جو باندھے اللہ پر جھوٹ‘ درحالیکہ اس کو دعوت اسلام دی جا رہی ہے‘
اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔“

بنی اسرائیل کا سلوک حضرت عیسیٰؑ کیساتھ

حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام اس شان سے تشریف لائے کہ ایک طرف اپنے پیشرو رسول اور ان کی کتاب‘ توریت شریف کی تصدیق فرما رہے ہیں تو دوسری طرف اپنے بعد مبعوث ہونے والے نبی آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت سناتے جا رہے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان دو سچّے اولو العزم رسولوں کے درمیان جو خود تشریف لائے ہیں تو ان کی صداقت بھی خود بخود ہویدا ہے۔ نیز اپنے ساتھ ایسے کھلے نشان لائے ہیں کہ ان نشانوں کو دیکھتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ پہلا نشان یہ ہے کہ خود بغیر باپ کے پیدا ہوئے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے آیہ کریمہ سابق الذکر میں جس طرح

بنی اسرائیل کو یَا قَوْمِ کے لفظ سے خطاب فرمایا کہ اے میری قوم! مگر حضرت عیسٰیؑ بن مریم نے یہ خطاب نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ قوم کہا جاتا ہے باپ کی برادری کے لوگوں کو۔ آپ کے باپ ہی نہ تھے تو باپ کی برادری کا کیا ذکر۔ اس لئے آپ نے "یا بنی اسرائیل" کے الفاظ سے خطاب فرمایا۔ پھر گہوارے میں کلام فرماتے رہے۔ پھر مادر زاد نابینا اور کوڑی کو اچھا کیا۔ انتہا یہ کہ مُردوں کو تک زندہ کیا۔ کیا کھا کر آئے ہیں اور گھر میں کیا رکھ چھوڑا ہے آپ اس کو بھی بتا دیتے تھے مگر بنی اسرائیل نے یہ تمام نشانیاں دیکھتے ہوئے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا وہ یہ کہ آپ کو سولی دینے تیار ہو گئے اور بزعم خود سولی دیدی۔ مگر بقول شخصے "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے" آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ خود ہی برباد ہوئے۔ نیز آپ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

حضورؐ انور کے حق میں پیشین گوئیاں

عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:۔ انی عبد اللہ فی ام الکتاب وخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته وسوف انبئکم بتاویل ذلک انا دعوة ابراهیم وبشارة عیسی قومه ورؤیا امی التی رأت انه خرج منها نور اضاء له قصور الشام۔ (ابن مردویہ)

قرآن کریم میں میرا نام عبداللہ اور خاتم النبیین ہے اس وقت سے کہ آدمؑ ابھی آب و گل میں تھے۔ اس کا بیان پھر کبھی ہوگا۔ میں ابراہیمؑ کی دعا اور عیسٰیؑ کی بشارت ہوں جو انھوں نے اپنی قوم کو دی۔ اور میں اپنی والدۂ ماجدہ کا خواب ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ ان سے ایک نور نمودار ہوا جس سے قصور شام دکھائی دینے لگے۔" بشارت عیسٰیؑ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ میرا نام احمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضور انور کے اسمائے گرامی جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ انّ لی خمسۃ اسماء انا محمّد وانا احمد وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبیّ (امام مالکؒ بخاریؒ مسلمؒ دارمیؒ ترمذیؒ نسائیؒ) میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں (جن کی تعریف کیجاتی ہے) میں احمدؐ ہوں (سب سے زیادہ تعریف کرنے والا یا سراہا ہوا) میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے بعد اٹھائے جائیں گے (اور میں سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا۔) اور میں مٹانے والا ہوں یعنی اللہ سبحانہ میرے ذریعہ کفر کو مٹائیگا۔ (چنانچہ جزیرۃ العرب سے کفر آپؐ کے عہد مبارک ہی میں مٹ گیا اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں دیگر اقالیم سے

مٹتا گیا اور انشاء اللہ امام مہدی آخر الزماں کے عہد میں روئے زمین سے مٹ جائیگا) اور میں عاقبؑ ہوں ۔ عاقب یعنی سب انبیا کے بعد آنے والا جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔ نبی توبہ اور نبی الملحمہ بھی آپ کے اسمائے مبارک ہیں ۔ یعنی نبی محمدؐ اور بھی اسمائے گرامی ہیں جن کی تعداد (۲۰۱) تک صاحب دلائل الخیرات نے پہنچائی ہے ۔ اسماء کی کثرت مسمیٰ کے شرف و فضل پر دلالت کرتی ہے ۔ صلی اللہ علی سیدنا محمدٍ طور التجلیات الاحسانیۃ ومھبط الاسرار الرحمانیۃ

حضورؐ انور کی خصوصیات | ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :- اعطیت مالم یعط انبیاء اللہ قلنا یارسول اللہ ماھو قال نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض وسمیت احمد وجعل لی تراب الارض طھورا وجعلت امتی خیر الامم (ابن مردویہ) مجھے (پانچ چیزیں) ایسی دی گئی ہیں جو انبیاء اللہ میں سے کسی کو نہیں دی گئیں ۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا ۔ رعب کے ذریعہ میری نصرت فرمائی گئی ۔ یعنی سارے مخالفین میرے نام سے کانپ جاتے ہیں (چنانچہ اقوام عالم آج تک اسلام اور مسلمانوں سے کانپ اٹھتے ہیں) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں (درہ دانیال، سویز، وغیرہ کلیدی مقامات آج بھی بفضل خدا آپ کے

غلاموں کے قبضہ میں ہیں) اور میرا نام احمد رکھا گیا ہے۔ (سب سے زیادہ حمد کرنے والا) میرا ہوا اور آپ کے طفیل میں آپ کی امتہ مرحومہ کا نام کتب سابقہ میں حمادون آیا ہے یعنی اللہ سبحانہ کی حمد میں زیادہ تر لگے رہنے والے۔ جب یہ حمد کرتے ہیں تو اللہ سبحانہ ان کی تعریف و توصیف فرماتا ہے پھر ساری کائنات ان کی تعریف و توصیف کرتی ہے یہاں تک کہ منکرین سے بھی تعریف کیے بغیر بن نہیں پڑتی۔) اور زمین کی خشک مٹی میرے حق میں پاکی کا ذریعہ گردانی گئی ہے۔ (مسلمان کو بیس سال تک بھی پانی میسر نہ ہو تو وہ کبھی ناپاک نہیں رہ سکتا۔ تیمم کرتا ہے اور پاک ہو جاتا ہے خواہ ضرورت وضو کی ہو یا غسل کی) اور میری امتؑ تمام امم سے بہتر قرار دی گئی ہے۔" (کیوں نہ ہو جب ہمارے نبی اکرمؐ خیر الرسل میں تو الحمد للہ ہم بھی خیر الامم ضرور ہیں۔ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں:۔

لما دعا اللہ داعینا الطاعتہ   باکرم الرسل کنا اکرم الامم

ہمارے داعی (داعی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ سبحانہ نے "اکرم الرسل" کے لقب سے ملقب فرمایا ہے جبھی تو ہم سب اکرم الامم قرار پائے اور خیر امتہ کے لقب سے قرآن کریم میں یاد کیے گئے ہیں)۔

فَلَمَّا جَآءَهُم کی تفسیر	فَلَمَّا جَآءَهُم بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

جب بنی اسرائیل کے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کھلے نشان لے کر آئے تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ مُردوں کو زندہ کرنا، کوڑی کو اچھا کرنا، مادر زاد نابینا کو بینا بنانا، گھر میں کیا کھایا اور کیا کیا اٹھا رکھا ہے اس کو بتا دینا یہ کھلے نشان تھے اس امر کے کہ حضرت مسیح، اللہ سبحانہ کے سچے رسول ہیں پھر حضرت موسیٰ اور توریت شریف کی تصدیق فرماتے اور حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی خوشخبری سنا رہے ہیں کہ زمانہ جیسا جیسا گزرتا جائے گا مسیح علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی مزید تصدیق بھی ہوتی جائے گی۔ ان تمام امور کو سن کر اور ساری نشانیوں کو دیکھکر یہی کہے جاتا کہ یہ ایک کھلا جادو ہے۔ غور کیجئے کہ کیسی نا انصافی کی بات ہے۔ اس لئے بعد کی آیہ کریمہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا کہ جو اللہ سبحانہ پر غلط طور پر افترا کرے درحالیکہ اس کو دعوت اسلام دی جا رہی ہے۔ ایسے بے انصاف لوگوں کو اللہ سبحانہ راہ نہیں دیتا۔ یعنی ایسے لوگ کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے کیوں کہ ان کی استعداد ہی بگڑ چکی ہے۔

دوسری تفسیر مفسرین کرام نے فَلَمَّا جَآءَهُم کا فاعل سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی قرار دیا ہے یعنی جَآءَ کی ضمیر کا مرجع احمد کو ٹھہرایا ہے۔ اس اعتبار سے معنی یوں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق

جب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسرائیل کے ہاں کھلی نشانیاں لیکر تشریف لائے تو کہنا شروع کیا کہ یہ صریح جادو ہے الخ" حالانکہ یہی بنی اسرائیل (یہود نصاریٰ) آپؐ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کا واسطہ دیکر اور آپؐ کو وسیلہ ٹھہرا کر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح ونصرت کی دعائیں مانگتے اور حضور اکرمؐ ہی کی برکت سے مظفر و منصور ہوتے تھے۔ تشریف آوری ہوئی تو منکر ہو گئے اس کی پاداش میں اللہ سبحانہٗ نے ان کی استعداد قبول حق سلب فرما دی۔ اب یہ دنیا کے سارے کام کرتے ہیں مگر دین حق کو قبول کرنے کی توفیق نہیں پاتے۔

کتب سابقہ کی پیشین گوئیاں توریت اور انجیل میں بار بار تحریفات ہونیکے باوجود آپؐ کی تشریف آوری کی بشارات اب تک موجود ہیں جن کا کوئی منصف مزاج شخص انکار نہیں کرسکتا چنانچہ انجیل یوحنا کی فصل (۱۵) میں یسوع مسیح کا یہ قول موجود ہے:۔

ان الفارقلیط روح الحق الذی یرسلہ ابی یعلّمکم کل شیئ

"فارقلیط" روح حق ہے جس کو میرا خداوند رسول بنا کر بھیجے گا وہ تم کو ہر چیز کی تعلیم دیگا۔"

حضرت مسیح کا خطاب یوحنا کا قول یہ ہے:۔ مسیح نے فرمایا جو مجھے محبوب رکھیگا وہ میری بات یاد رکھیگا اور میرا خداوند اس سے محبت رکھیگا اور اوس کی طرف آئیگا

اور منزلت پائے گا۔ میں تم سے اس لئے ہم کلام ہو رہا ہوں کہ میں تمہارے ہاں
ٹھہرنے والا نہیں ہوں۔ اور فارقلیط روح الحق ہے جن کو میرا خداوند بھیجے گا وہ
تم کو ہر چیز کی تعلیم دیں گے۔ اور وہی تم کو وہ تمام باتیں یاد دلائیں گے جو میں
تم سے کہہ رہا ہوں۔ میں تم کو رخصتی سلام کہتا ہوں تاکہ تمہارے قلوب بے چین
نہ ہوں اور نہ گھبرا جائیں۔ کیوں کہ میں اب جا رہا ہوں۔ پھر لوٹ کر آؤں گا۔
اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو خداوند کے پاس میرے جانے سے تم خوش ہو گے"۔

"عزیزانِ گرامی! صادقین صالحین کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے وابستگان سے اسی طرح خوش خوش رخصت ہوتے ہیں۔ حضور انور علیہ التحیۃ الجلیل الاکبر نے بھی صحابۂ کرام سے یہی فرمایا:۔ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔ میری حیات (یہاں رہنا) بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری ممات (وہاں رہنا) بھی تمہارے لئے بہتر ہے"۔

حضرت مسیحؑ کا خطبہ | حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:۔ تمہارا بھلا
اسی میں ہے کہ میں اپنے خداوند کے ہاں چلا جاؤں کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو
فارقلیط تمہارے پاس نہ آئیں گے۔ اور اگر میں چلا جاؤں تو ان کو تمہارے پاس
بھیج دوں گا۔ پھر جب وہ آئیں گے تو وہ تمہاری ایک ایک غلطی پر سارے عالم کو

زجر و توبیخ کرینگے۔ اور میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن تم اس کو یاد نہ رکھ سکو گے لیکن جب روح حق آئیں گے تو وہ تمام حق باتوں کی ہدایت فرمائیں گے۔ کیوں کہ وہ بطور خود کچھ نہیں کہینگے بلکہ جو کچھ (اللہ سے) سنیں گے وہی کہیں گے اور وہ تمام آنے والے واقعات کی خبر دیں گے۔ اور خداوند کی جملہ باتوں کی شناخت کرائیں گے"

حضرت مسیحؑ کا دوسرا خطبہ | نیز یہ بھی فرمایا:۔ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو میری وصیتوں کو یاد رکھو اور میں خداوند سے درخواست کرتا ہوں کہ تم کو دوسرا فارقلیط عطا فرمائے جو ہمیشہ تمھارا ساتھ دے۔ وہ روح حق ہے کہ سارا عالم ان کو قبول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیوں کہ اونھوں نے ان کو پہچانا نہیں اور میں تم کو یتیمی کی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا کیوں کہ میں بھی قریب میں تمھارے پاس آؤں گا"

فارقلیط کے معنی حضرت مسیح علیہ السلام کی ان تمام تقریروں میں فارقلیط کا ذکر ہے تمام اناجیل موجود الوقت کی معتبر و مسلّم ترین کتاب انجیل یوحنا میں بھی اب تک موجود ہے جس میں "فارقلیط" کی آمد آمد کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی میں مادّہ "حمد" پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے معنی زیادہ حمد کرنیوالے کے لئے جائیں تو اس کا ترجمہ عربی میں "احمد" ہوگا۔ اور اگر زیادہ سراہا ہوا کے معنی مراد ہوں تو اس کا عربی ترجمہ "محمّد" ہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

علمائے نصاریٰ کی تصریحات خود عربی النسل اہل لسان علمائے نصاریٰ نے اپنی تصانیف میں "فارقلیط" کا ترجمہ "حمّاد" اور "حامد" کے الفاظ میں کیا ہے مگر تعصب کے باعث احمدؐ اور محمدؐ اس کا ترجمہ لکھنے کی ان کو توفیق نہ ہوئی۔ حضور اکرمؐ کے اسمائے گرامی میں حامدؐ اور محمودؐ اسمائے مبارکہ بھی ہیں۔ بہرحال مقصد حاصل ہے اس پر ہزار پردے اور حجابات ڈالنے کی کوشش کی جائے حقیقت ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ وللہ الحمد۔

فارقلبط کے معنی بعض روایات میں "فارقلیط" کا لفظ بجائے یائے مثناۃ تحتانیہ کے یائے موحدہ تحتانیہ کے ساتھ "فارقلبط" آیا ہے۔ یہ بھی عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی حق و باطل کو جدا کر کے بتانے والا یا حق و باطل کا

تمیز یا شناخت کرانے والا ہوتے ہیں گویا یہ عربی لفظ " فارق الباطل " کا
مخفف ہے اس حیثیت سے بھی اس کے مصداق کامل سید عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد
حضرت نبیؐ امی ارواحنا لہ الفداء کی ذات اقدس ہی وہ پہلی ہستی مبارک ہے
جن کے ذریعہ حق و باطل کی تمیز ہو سکی ۔ آپ کے بعد کسی کو خدائی کا دعویٰ
کرنے کی آج تک ہمت نہ ہوئی ۔ گو عہد ابراہیمی میں نمرود اور عہد موسوی میں
فرعون نے دعویٰ خدائی کیا مگر حضور اقدسؐ نے اپنی موثر تعلیمات و ہدایات
کے ذریعہ ثابت کر دکھایا کہ انّ اللہ ھو الحق وانّ من دونہ ھو الباطل
پھر " فارقلیط " موعود کے مصداق ذات گرامی حضور اقدس علیہ الصلوات والتسلیمات
کے ہونے میں اب بھی کوئی شک ہے ؟ ہر گز نہیں ہر گز نہیں ۔

61-8 يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ
61-9 نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُولَهٗ
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے
منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی کو برا مانتے رہیں منکر

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر تاکہ اوس کو غالب کرے سب دینوں پر گو برا مانا کریں شرک کرنے والے "

اہل کتاب کی کارسازیاں اللہ سبحانہ کی کتابوں تورات، زبور، انجیل اور صحف سابقہ مثلاً صحف ابراہیمؑ وغیرہا میں حضور انورؐ کی بشارات اس کثرت سے تھیں کہ آپؐ کی آمد آمد روز روشن کی طرح ظاہر و باہر تھی مگر منکرین خفاش صفت کو روشنی پسند نہ تھی، اللہ کی کتابوں کا ردو بدل تغیر و تبدیل اور تحریف و تصحیف شروع کی، اِدھر اللہ سبحانہ کو منظور تھا کہ نور حق، نہ صرف نمودار اور ظاہر ہو بلکہ اپنے کمال وعروج پر پہنچ کر رہے۔ محرف کتابوں میں بھی کئی نشانیاں اب تک موجود ہیں۔ کم از کم "فارقلیط" کا لفظ یائے تحتانیہ کے ساتھ یا "فارقلیط" بائے موحدہ کے ساتھ ان کی دستبرد سے محفوظ رہا۔ پھر اس کے ترجمہ کو بدلنے کی کوشش شروع کی گئی اس میں بھی ان کو ناکامی ہوئی۔ "فارقلیط" کا ترجمہ حماد اور حامد کیا گیا مگر پتہ چلانے والوں کو اس کا پتہ چل گیا اور یہ بات ظاہر ہوکر رہ گئی کہ صحیح ترجمہ احمد اور محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ منتہی مرضاۃ اللہ تعالی ومرضاتہ۔

مشرکین کے منصوبے یہ کارسازیاں تو اہل کتاب کی تھیں۔ کفار مکہ نے

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف کیا کیا منصوبے بنائے اور کیسی کیسی سازشیں کی گئیں جن کے باعث وطن مالوف سے آپ کو ہجرت کرنی پڑی مگر دس سال کی مختصر سی مدت میں نہ صرف فتح مکہ ہوئی بلکہ پورا جزیرۃ العرب سیدؐ العرب والعجم کے زیر نگیں تھا۔ اب تو یہ نوبت ہوئی کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپؐ نے فتح مکہ کے بعد یہ اعلان فرمادیا۔ لا ھجرۃ بعد الفتح۔ تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن گیا جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہوسکے اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و صاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری طرح مامون و مطمئن ہوکر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکے۔ چنانچہ مالکؐ کونین نے اطراف کے بادشاہوں کے پاس وفود بھیجے اور دعوت اسلام دی۔

حق فتح و کامیابی پھر اس کے بعد ۱۱ھ میں جب وفات شریف ہوئی تو خلافت راشدہ کا عہد شروع ہوا جس کی مدت صرف تیس سال تھی۔ اس تھوڑے عرصے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں جو کارہائے نمایاں

انجام پائے اس کا مختصر سا خاکہ علامہ ابن کثیر مفسر القرآن نے اس طرح کھینچا ہے۔

وقد کان للصحابۃ رضی اللہ عنہم فی باب الشجاعۃ والائتمار بما امرہم اللہ ورسولہ بہ وامتثال ما ارشدہم الیہ ما لم یکن لاحد من الامم والقرون قبلہم ولا یکون لاحد ممن بعدہم فانہم ببرکۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وطاعتہ فیما امرہم فتحوا القلوب والاقالیم شرقا وغربا فی المدۃ الیسیرۃ مع قلۃ عددہم بالنسبۃ الی جیوش سائر الاقالیم من الروم والفرس والترک والصقالبۃ والبربر والحبوش واصناف السودان والقبط وطوائف بنی آدم قہروا الجمیع حتی علت کلمۃ اللہ وظہر دینہ علی سائر الادیان وامتدت الممالک الاسلامیۃ فی مشارق الارض ومغاربہا فی اقل من ثلاثین سنۃ فرضی اللہ عنہم وارضاہم اجمعین وحشرنا فی زمرتہم انہ کریم تواب۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی خداداد شجاعت اور احکام خدا و رسول کی فرمانبرداری واطاعت کی بدولت وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو امم سابقہ اور

قرون سالفہ میں کسی سے نہ ہو سکے اور نہ ان کے بعد کسی سے ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور اپنی اطاعت سے دلوں کو فتح کیا اور مشرق و مغرب کے اقالیم پر تھوڑی سی مدت میں فتحیاب ہوئے۔ باوصفیکہ ان کی تعداد، روم، فارس، ترک، صقلیہ، بربر، جبوش، سودان، قبط، اور دیگر عساکر بنی آدم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی سی تھی۔ بایں ہمہ وہ سب پر مظفر و منصور اور ان کے حریف مغلوب و مقہور رہے۔ اللہ سبحانہ کا کلمہ سب سے بلند رہا اور اللہ کا دین (اسلام) سب ادیان پر غالب رہا۔ ممالک اسلامیہ مشارق و مغارب میں تیس سال کے اندر اندر پھیل گئے۔ اللہ سبحانہ ان سب سے خوشنود رہے اور ان کو خوشنود فرمائے اور ہمارا حشر بھی ان کے زمرہ میں ہونا نصیب کرے وہ کریم ہے اور توبہ قبول فرمانے والا ہے۔" آمین ثم آمین۔

شان اسلام عزیزان کرام! دین اسلام کیا ہے، ہادی اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کی کیا شان ہے اور خود مسلمان کیا ہے اس کا اندازہ حدیث ذیل سے ہو سکیگا۔ حضرت ربیعہ جرشی رض فرماتے ہیں:۔ اتی نبی علیہ الصلاۃ والسلام فقیل لہ لتنم عینك ولتسمع اذنك ولیعقل قلبك

قال فنامت عیناى وسمعت اذناى وعقل قلبی قال فقیل لی سیّد بنى دارا فصنع مأدبة وارسل داعیا فمن اجاب الداعی دخل الدار واکل من المأدبة ورضی عنه السیّد ومن لم یجب الداعی لم یدخل الدار ولم یأکل من المأدبة وسخط علیه السیّد قال فالله السیّد ومحمّد الداعی والدار الاسلام والمأدبة الجنّة ۔ حضرت حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے حضور میں آنے والا آیا اور آپ سے عرض پرداز ہوا کہ آپ کی آنکھیں آرام لیں ۔ اور کان سنتے رہیں اور قلب مبارک سمجھتا رہے ۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری آنکھیں سو گئیں اور میرے کان سنتے رہے اور میرا دل سمجھتا رہا ۔ مجھ سے کہا گیا کہ ایک آقا ایسا ہے جس نے مکان تیار کیا، پھر ضیافت ترتیب دی اور دعوت دینے کے لئے داعی خاص کو بھیجا ۔ لہٰذا جس نے ان کی دعوت قبول کی گھر میں آسکا، اور دسترخوان کے الوان نعمت سے بہرہ یاب ہوا ۔ اُس سے آقا بھی خوشنود رہا ۔ اور جس نے دعوت ہی قبول نہ کی وہ نہ تو گھر میں قدم رکھ سکا اور نہ دسترخوان سے کچھ لے سکا ۔ ادھر آقا بھی اس سے ناراض ہو گیا ۔ وہ آقا، اللہ سبحانہ ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) داعی ہیں اور وہ دار، اسلام ہے اور جنت دسترخوان ہے۔"

اللہ سبحانہ کے اس اہتمام اور ایسے لطف عام کی بھی کوئی قدر نہ جانے تو اس کا
کیا علاج۔ اس کی دعوت عام ہو کر رہے گی اور زمین کا کوئی گوشہ نہ رہیگا جہاں
دعوت اسلام نہ پہنچی ہو۔ قرآن کریم کی پیشین گوئی ہے:۔ وان من اھل الکتاب
الا لیومنن بہ قبل موتہ۔ ایک زمانہ قیامت کے قریب ایسا آئے گا
جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے اور حبیب اعظم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے امتی بن کر رونق افروز ہوں گے تو اہل کتاب سے کوئی متنفس
باقی نہ رہیگا جو اپنے مرنے سے پہلے یا مسیح علیہ السلام کے انتقال فرمانے سے قبل
آپ پر ایمان نہ لایا ہو۔ ہر ایک ضرور ایمان لائے گا۔

-10 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ
-11 عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
-12 تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ
-13 الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ ۝ اے ایمان والو! کیا میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو

جو بچائے تم کو دردناک عذاب سے؟ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر
اور جہاد کرتے رہو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعے یہ بہتر
ہے تمھارے حق میں اگر تم جانو' بخشیگا وہ تمھارے گناہ اور داخل کریگا تم کو
باغوں میں' جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں' اور پاکیزہ گھروں میں ہمیشہ رہنے والے
باغوں میں' یہ ہے بڑی کامیابی' اور ایک (نعمت) تمہیں اور دیگا جس کو تم
چاہتے ہو' مدد اللہ کی طرف سے اور جلد آنے والی فتح' اور خوشی سنایئے ایمان والوں کو"۔

شان نزول سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں :- یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ الآیۃ لما نزلت قال المسلمون لو علمنا ماھذہ التجارۃ لاعطینا فیھا الاموال والاھلین فبیّن لھم التجارۃ فقال تؤمنون باللہ ورسولہ - (ابن ابی حاتم) ھل ادلکم والی آیہ کریمہ جب اتری جس میں مسلمانوں سے پوچھا گیا تھا کیا ہم ایسی سوداگری تمھیں بتائیں جس سے تم کو دردناک عذاب سے نجات ملے تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ سوداگری ہمیں بتائی جاتی تو ہم ضرور اپنے اموال اور اہل وعیال کو اس میں لگا دیتے تو وہ سوداگری ان سے بیان ہوئی کہ خدا و رسول پر ایمان لاؤ اور راہ خدا میں اپنے مال کو لٹا دو اور اپنی جانوں کو لڑا دو۔ اس سے جو فائدہ دارین میں ہوگا

اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہو گا۔

قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ فلولا انّ اللہ بیّنہا ودلّ علیہا للھف الرجال ان یکونوا یعلمونہا حتّی یطلبوھا ثمّ د لّھم اللہ علیہا۔ (عبد بن حمید) اگر اللہ سبحانہ اس سوداگری کا بیان نہ فرماتا اور اس کی رہنمائی نہ کرتا تو لوگ حسرت زدہ ہو کر کف افسوس ملتے رہتے کہ کاش اس سوداگری کا علم ہو جاتا تاکہ اس کی تلاش کریں۔ (اس کی طلب اور تڑپ دلوں میں پیدا کرنے کے بعد) اللہ سبحانہ نے اس کی رہنمائی فرمائی اور بعد کی آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں۔"

پُرتاثیر طرزِ خطاب یہ بھی قرآن کریم کی ایک تاثیر ہے کہ ابتداءً ایسا انداز بیان اختیار فرمایا جاتا ہے کہ توجہ عامہ اس کی طرف معطوف ہو کہ وہ سوداگری کونسی ہے جس میں نہ صرف مال لگا دینے بلکہ جان تک لڑا دینے کے لئے تیار ہو جانے کی ضرورت ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اول الامر خدا ورسول کا یقین مقدم تر ہے اگر یہ یقین اور اس کا اعتقاد راسخ پیدا ہو تو مال کے ساتھ جان کی بازی تک لگا دینا آسان معلوم ہوگا۔ انصار اگرچہ زراعت پیشہ تھے مگر مہاجرین تجارت ہی کے دل دادہ تھے۔ جس کو دیکھکر

انصار کے دلوں میں بھی تجارت کا شوق پیدا ہوتا ہوگا۔ اللہ سبحانہ نے ایک نئی سوداگری کی رہنمائی فرمائی جس میں کبھی کوئی گھاٹا نہیں آسکتا۔ قدم قدم پر فائدہ ہی فائدہ نظر آتا ہے باقی مہاجرین جس سودا بازی میں تھے اس میں گو نفع ہوتا رہے مگر اس کے حصول کا تیقن نہیں بلکہ کبھی اصل سرمایہ بھی ہاتھ سے نکل جانے کا ہر وقت اندیشہ لگا ہوا ہے۔ اگر نفع ہوتا بھی رہا تو محدود اور عارضی، جو صرف حیات دنیا میں فائدہ دے سکتا ہے۔ اب یہ تجارت جو بتائی جارہی ہے وہ ایسی پائیدار اور اتنی وسیع ہے کہ اگر زندگی ختم بھی ہوجائے تو اس کی منفعت کبھی ختم نہ ہو۔ ایمان لاتے ہی جنت کا استحقاق پیدا ہوگیا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کرو تو گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہوجائے۔ باغات ملیں، سرسبز و شاداب اور ستھرے پاکیزہ مکانات ملیں جہاں مستقل سکونت ہو۔ پھر جہاد فی سبیل اللہ کے موقع پر نصرت الٰہی اور تائید غیبی حاصل ہو جس کا نتیجہ فوری فتح و کامیابی کی صورت میں ظاہر ہو۔ اس سے بڑھکر اور کیا خوش نصیبی اور کونسی خوش خبری ہوسکتی ہے؟

مخاطب کون ہیں؟ بہر حال جو افراد مومن مخلص ہیں اگر وہ یا یہا الذین آمنوا کے مخاطب قرار دئے جائیں تو اس کے بعد تؤمنون

باللہ ورسولہ سے مراد یہ ہوگی کہ وہ اپنے ایمان واخلاص پر قائم رہ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار رہیں اور وقت آنے پر اس میں دل کھول کر حصہ لیں۔ اور اگر عام مومنین کلمہ گو مخاطب تصور کیے جائیں تو ارشاد تؤمنون سے ایمان کامل اور اخلاص پیدا کرنے کی ترغیب مراد ہوگی۔ دونوں تفسیریں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ نیز یہاں تؤمنون اور تجاھدون اگرچہ بصیغہ اخبار ارشاد ہوا ہے لیکن اس سے امر مراد ہوگا کہ آمنوا وجاھدوا۔ ایمان کامل اور اخلاص کے حامل بنو یا اس پر ثابت قدم رہو۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کئے جاؤ جو تمہارے اموال اور جانوں کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر اور مفید تر ہے۔ مال کا یہ حال ہے کہ آج رہا کل نہ رہا۔ اور زندگی بھی ناقابل اعتبار ہے کیا خبر ہے کہ ہم کل رہیں گے یا نہ رہیں گے۔ اگر ان دونوں فانی چیزوں کو راہ خدا میں لگادو تو اس میں دارین کا فائدہ ہے۔ دنیا میں نصرت وفتح اور آخرت میں فوز عظیم جس کے ضمن میں گناہوں کی مغفرت اور حصول جنت اور کیا چاہیے؟

سہل تستریؒ کا واقعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ سہل تستری قدس سرہ العزیز سے ان کے فرزند نے کہا کہ یا باجان! میرے پاس صرف گھی کا ایک گھڑا تھا۔ گھر سے باہر لے جارہا تھا کہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میرا سارا سرمایہ ضائع ہوگیا۔

حضرت سہل نے فوراً جواب دیا۔ جان پدر! تیرے باپ کا دنیا و آخرت میں اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ ایسا سرمایہ ہے جس کو کبھی زوال نہیں مطلب یہ تھا کہ تیرا باپ تو زندہ ہے اس کے ہوتے ہوئے تجھے کیا غم ہے؟ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قدس سرہ العزیز نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:۔ سود تمام آں بود کہ پدرش ہم نبودے کمال نفع تو یہ ہوتا کہ باپ موجود ہونے کا تصور بھی نہ ہوتا۔ اور یہ فنائے تام بقائے تام کا پیش خیمہ ہوتی۔

مساکن طیبہ کی تفسیر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مساکن طیبہ کی صراحت یوں فرمائی:۔ قصر من لؤلؤ فی الجنۃ فی ذلک القصر سبعون دارا من یاقوتۃ حمراء فی کل دار سبعون بیتا من زمردۃ خضراء فی کل بیت سبعون وصیفا ووصیفۃ۔ جنت میں موتی کا محل ہوگا جس میں یاقوت سرخ کے ستر مکانات ہوں گے، ہر مکان میں زمرد سبز کی ستر خوابگاہیں ہونگی۔ اور ہر خوابگاہ میں ستر ستر خادم و خادمات متعین ہونگی۔ واللہ اعلم۔

دو طرح کے جنات ان آیات کریمہ میں دو طرح کے جنات (باغات) کا بیان فرمایا گیا ہے۔ جنت تجری من تحتھا الانھار۔ ایک وہ باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ومساکن طیبۃ فی جنت عدن۔ اور دوسرے باغات اقامت

جنہیں پاکیزہ پر لطف مسکن بنے ہوئے ہوں گے۔ جس کی بنا پر امام فخر رازیؒ فرماتے ہیں کہ
جنات عدن، ان جنتیوں کی قرارگاہیں ہونگی۔ اور وہ جنات جن کا وصف
تجری من تحتہا الانہار ہے ان اہل جنت کے سیر و تفریح کے مقامات
ہوں گے۔ گویا جنات عدن مساکن ہوں گے اور یہ دوسرے جنات ان کے مناظر۔

سبحان اللہ! کیا لطیف استدلال ہے کہ یہاں جنات پر مساکن طیبہ کا
عطف کیا گیا ہے اور معطوف علیہ و معطوف میں مغایرت ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے
ہر دو جنات کا جداگانہ ہونا معلوم ہوا۔ للّٰہ درّہٗ۔

14 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ
مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ
فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝ ع ۲ ۵

اے ایمان والو! تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے، جیسے کہا عیسیٰ بن مریم نے اپنے مخلصین سے
کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں، کہا مخلصین نے ہم ہیں مددگار اللہ کے
پھر ایمان لائی ایک جماعت بنی اسرائیل میں سے اور منکر ہوئی ایک جماعت،
پھر قوت دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے تھے مقابلہ میں انکے دشمنوں کے پھر ہو رہے غالب۔

اہل ایمان کو حکم ہو رہا ہے کہ دین الٰہی (اسلام) کی مدد کرنے کے لئے مخلصانہ طور پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو جاؤ اسی طرح جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے مخلصین (حواریین سے فرمایا تھا کہ دین الٰہی کی نصرت کے لئے کون میرا ساتھ دیں گے اور الٰہی فوج اور لشکر میں شریک ہوں گے؟ تو اس وقت حواریین نے کہا تھا کہ ہم آپ کا ساتھ دینے کے لئے حاضر ہیں۔ یہ کُل بارہ[۱۲] اصحاب تھے۔

حواریین کون تھے؟ امام سیوطیؒ نے حواریین کے نام یہ تبلائے ہیں:۔ فطرس، یعقوبس، نحس، اندرانیس، فیلس، درنابوط، سرجس۔ ان کے علاوہ یوحنا، یوقنا، نسطورا، کے نام بھی لئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ "حواریین" "دھوبی" تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ یہ صیاد تھے شکار کیا کرتے۔ اس میں یہ بتانا منظور ہے کہ ذریعہ معاش کچھ ہو اللہ سبحانہ کے نزدیک حق پسندی اور دین داری کا اعتبار ہے۔ اسی کی بدولت دین مسیحی میں حواریین کو یہ درجہ ملا۔ جن کا ذکرِ خیر کتاب اللہ میں تا قیامت باقی رہے گا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دھوبی یا صیاد نہ تھے بلکہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کیا کرتے تھے اور اپنی مؤثر تقریروں سے بنی آدم کے قلوب ان کا شکار ہوتے تھے۔ اس لئے ان کو "قصّار"

(دھوبی) اور صیاد (شکاری) کہا گیا ہے۔ حواری کی اصل حَوَر ہے جس کے معنی ہیں سپیدی خالص۔ اس لحاظ سے سفید پوش یا ہماری اصطلاح کے لحاظ سے ان کو صوفی بھی کہہ سکتے ہیں۔

حواریین کی خدمات تفسیر بحر المحیط میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ایک ایک کو روم، بابل، افریقہ، افسس، بیت المقدس، حجاز اور بربر وغیرہ اطراف واکناف کے شہروں میں روانہ فرمایا تھا تاکہ دین مسیحی (اسلام) کی تبلیغ کریں۔ انطاکیہ کو جو حواریین بھیجے گئے تھے اس کا ذکر سورۂ یٰسٓ کی تفسیر میں گزر چکا ہے، ان کے نام یوحنا، بولس، شمعون بتائے جاتے ہیں۔ نیز صادق، صدوق، شلوم بھی ان کے نام لکھے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض نام ہوں اور بعض القاب۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھالئے جانے کے بعد حواریین تبلیغ اسلام کرتے رہے اور دین مسیحی کی نصرت کے باعث متبعین مسیح کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:—

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ۔ پھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لائی اور ایک جماعت منکر ہوئی۔ پھر ہم نے ایمان لانے والی جماعت کی

تائید کی جس کی بدولت وہ اپنے دشمن پر غالب ہو رہے۔"

بنی اسرائیل کا تفرق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ گئی۔ کہتے ہیں کہ ان کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ عیسیٰ خدا تھے۔ یہ فرقہ یعقوبیہ ہے۔ اور ایک فریق کہتا تھا کہ عیسیٰ ابن اللہ تھے، اللہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ یہ فرقہ نسطوریہ ہے۔ اور ایک کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے جب تک اللہ سبحانہ کو منظور تھا وہ ہم میں رہے۔ بعد کو اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہ طبقہ مسلمہ تھا۔ طبقہ مسلمہ کے ساتھ یعقوبیہ اور نسطوریہ کی ہمیشہ کشمکش رہی تا آنکہ حضور اکرمؐ مبعوث ہوئے۔ اور آپؐ کی بدولت طبقہ مسلمہ کو غلبہ حاصل ہوا۔ فللہ الحمد۔ یہ غلبہ حجت و برہان کا بھی ہے جو تا قیامت رہیگا۔ اور فتح و نصرت کا بھی ہے جو صدہا سال تک رہا اور نزول مسیحؑ کے بعد پھر ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

امۃ مرحومہ سے خطاب اب مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم بھی دین الٰہی (اسلام) کی تبلیغ کے لئے حواریین کی طرح لشکر اسلام میں شامل ہو کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ اور انصار اللہ کہلاؤ۔

امۃ مرحومہ کی فضیلت حضرت قتادہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا

انصار اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔ قد کان ذلك بحمد اللہ جاءہ سبعون رجلا فبایعوہ عند العقبۃ فنصروہ وآووہ حتی اظہر اللہ دینہ ولم یسم حی من السماء قط باسم لم یکن لهم قبل ذلك غیرهم۔ (عبد بن حمید عبد الرزاق ابن المنذر) اللہ سبحانہ کا یہ ارشاد کہ ایمان والو ! دین الٰہی کے مددگار بن جاؤ۔ الحمد للہ ! ایسا ہو کر رہا۔ (مدینہ سے حج کے لئے) سَتّر آدمی آئے۔ اور (بمقام منیٰ۔ جمرۂ) عقبہ کے پاس حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر (حضور نے جب ہجرت فرمائی تو) آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ پھر کافر مکہ سے آکر حملہ آور ہوتے رہے تو اہل مدینہ آپ کی نصرت کرتے گئے۔ تا آنکہ اللہ سبحانہ نے اپنے دین کو (تمام ادیان پر) غالب کر دیا۔ (اس گروہ کا لقب ہی "انصار" قرار پایا۔) اور جہاں تک آسمان سایہ فگن ہے یہ نام ان کے سوا اور کسی کا قرار نہ پا سکا۔"

نقباء امتہ مرحومہ ان ہی سَتّر انصاریوں میں سے حضور انور صلوات اللہ و سلامہ علیہ نے بارہ[۱۲] اصحاب کو "نقیب الانصار" کے خطاب سے مفتخر فرمایا۔ یہ تعداد نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابقت میں تھی۔ یہ حضرات اپنے اپنے قبیلہ کے سردار کہلاتے تھے اور ان ہی کی مساعی جمیلہ سے قبائل انصار میں اشاعت اسلام ہوئی

جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :—

قبیلہ خزرج کے (۹)۔ اسعد بن زرارہ، رافع بن مالک، عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبۂ اولیٰ میں بھی تھے) سعد بن ربیع، منذر بن عمرو، عبداللہ بن رواحہ، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حزام، سعد بن عبادہ۔

قبیلہ اوس کے (۳) اُسید بن حُضیر، سعد بن خیثمہ، ابوالہیثم بن تیہان۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بیعت انصار کے شروط اور ان کی تکمیل

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ بیعت عقبہ کے وقت ایک انصاری نے عرض کیا :— یا رسول اللہ

اشترط لربك و لنفسك ما شئت فقال اشترط لربي ان تعبدوه ولا تشركوا به شيئا و اشترط لنفسي ان تمنعوني مما تمنعون منه انفسكم و ابناءكم قالوا فاذا فعلنا ذلك فما لنا يا نبي الله قال لكم النصر في الدنيا و الجنة في الآخرة ففعلوا ففعل الله۔ یارسول اللہ! اپنے رب کے لئے نیز اپنی ذات اقدس کے لئے آپ جو شرط بھی عاید فرمانا چاہتے ہیں ہم پر عاید کردیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: میرے رب کی بابت ایک ہی شرط ہے کہ اس کے بندے بنے رہو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور میری

ذات کے لئے بھی ایک ہی شرط ہے کہ میری مدافعت ان چیزوں سے کرتے رہو جن سے تم اپنی اور اپنے بچوں کی مدافعت کیا کرتے ہو۔ اس پر انصار نے عرض کیا جب ہم ایسا کریں تو یا نبی اللہ! ہم کو کیا ملیگا؟ تو ارشاد فرمایا:۔ دنیا میں تمھیں نصرت الٰہی نصیب ہوگی اور آخرت میں جنت۔ چنانچہ انصار نے اپنی شرط کی تکمیل کی اور اللہ سبحانہ نے بھی اپنا وعدہ (نصرت) پورا کر دکھایا۔" دنیا میں وہ مظفر و منصور رہے اور عقبیٰ میں مستحق جنت ٹھہرے۔

حضورؐ کے حواریین حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔ والحواریّون کلّھم من قریش۔ اور آپ کے حواریین کل کے کل قریش سے ہیں۔ ابوبکر، عمر، علی، حمزہ، جعفر، ابو عبیدہ بن الجراح، عثمان بن مظعون، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وارضاہم عنا آمین یارب العالمین۔

الحمدللہ کہ سورۂ صف کی تفسیر ختم ہوئی بلطفہ ومنہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

(جمعہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۷۶ھ)